تقریر

تقریر بابت رمضان المبارک

وقت 5-7 منٹ

ماہِ رمضان اور روزہ کی اہمیت، فرضیت، فضیلت اور برکات

(حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں)

(تقریر نمبر3)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ (البقرہ:184)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے اسی طرح فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْجَنَّۃَ لَتُزَیَّنُ مِنَ الْحَوْلِ اِلَی الْحَوْلِ لِشَھْرِ رَمَضَانَ

(باب فی الصیام۔شعیب الایمان)

ترجمہ: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔یقیناً جنت رمضان کے استقبال کے لیے ایک سال سے دوسرے سال تک سجائی جاتی ہے۔

ہر اِک نیکی کی جڑ یہ اِتّقا ہے
"اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے"

یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡاَهِلَّةِ کی شانِ نزول

حضورؓ رمضان کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" جب صحابہؓ نے دیکھا کہ ایک ماہ رمضان کی یہ عظمت اور شان ہے اور اس قربِ الٰہی کے حصول کے بڑے ذرائع موجود ہیں تو اُن کے دل میں خیال گزرا کہ ممکن ہے کہ دوسرے چاندوں و مہینوں میں بھی کوئی ایسے ہی اسرارِ مخفیہ اور قربِ الٰہی کے ذرائع موجود ہوں وہ معلوم ہو جاویں اور ہر ایک ماہ کے الگ الگ احکام کا حکم ہو جاوے اِسی لئے اُنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ دوسرے چاندوں کے احکام اور عبادات خاصّہ بھی بتا دیے جاویں... صحابہ کرامؓ کے اِس سوال پر کہ اَور چاندوں کے برکات وانوار سے ان کو اطلاع دی جاوے اللہ جلّ شانُہٗ نے یہ جواب دیاقُلۡ هِیَ مَوَاقِیۡتُ لِلنَّاسِ وَالۡحَجِّ یعنی جیسے ماہِ رمضان تقویٰ سکھانے کی ایک شئے ہے ویسے ہر ایک مہینہ جو چڑھتا ہے وہ انسان کی بہتری کے لئے ہی آتا ہے۔انسان کو چاہئے کہ نئے چاند کو دیکھ کر اپنی عمرِ رفتہ پر نظر ڈالے اور دیکھے کہ میری عمر میں سے ایک ماہ اَور کم ہو گیا ہے اور نہیں معلوم کہ آئندہ چاند تک میری زندگی ہے کہ نہیں۔پس جس قدر ہو سکے وہ خیر و نیکی کے بجالانے میں اور اعمالِ صالحہ کرنے میں دل و جان سے کوشش کرے اور سمجھے کہ میری زندگی کی مثال برف کی تجارت کی مانند ہے۔برف چونکہ پگھلتی رہتی ہے اور اُس کا وزن کم ہوتا رہتا ہے۔اس لئے اس کے تاجر کو بڑی ہوشیاری سے کام کرنا پڑتا ہے اور اس کی حفاظت کا وہ خاص اہتمام کرتا ہے۔ایسے ہی انسان کی زندگی کا حال ہے جو برف کی مثال ہے کہ اِس میں سے ہر وقت کچھ نہ کچھ کم ہوتا ہی رہتا ہے اور اس کا تاجر یعنی انسان ہر وقت خسارہ میں ہے۔64-65 سال جب گزر گئے اور اس نے نیکی کا سرمایہ کچھ بھی نہ بنایا تو وہ گویا سب کے سب گھاٹے میں گئے۔ہزاروں نظارے تم آنکھ سے دیکھتے ہو۔اپنے بیگانے مرتے ہیں۔اپنے ہاتھوں سے تم اُن کو دفن کرکے آتے ہو اور یہ ایک کافی عبرت تمہارے واسطے وقت کی شناخت کرنے کی ہے اور نیا چاند تمہیں سمجھاتا ہے کہ وقت گزر گیا ہے اور تھوڑا باقی ہے اب بھی کچھ کر لو۔لمبی لمبی تقریریں اور وعظ کرنے کا ایک رواج ہو گیا ہے اور سمجھنے اور عمل کرنے کے لئے ایک لفظ ہی کافی ہے۔کسی نے اِسی کی طرف اشارہ کرکے کہا ہے۔

مجلس	واعظ	رفتنت	ہوس	است
مرگ	ہمسایہ	واعظ	تو	بس است

پس اِن روزانہ موت کے نظاروں سے جو تمہاری آنکھوں کے سامنے اور تمہارے ہاتھوں میں ہوتے میں عبرت پکڑو اور خدا تعالیٰ سے مدد چاہو اور کاہلی اور سُستی میں وقت کو ضائع مت کرو۔ مطالعہ کرو اور خوب کرو کہ بچے سے لے کر جوان اور بوڑھے تک اور بھیڑ بکری اونٹ وغیرہ جس قدر جاندار چیزیں ہیں سب کرتے ہیں اور تم نے بھی ایک دن مرنا ہے پس وہ کیا بدقسمت انسان ہے جو اپنے وقت کو ضائع کرتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وقت کی کیسی قدر کرتے ہیں کہ جب ان کو رمضان کے فضائل معلوم ہوئے تو معاً دوسرے مہینوں کے لئے سوال کیا کہ قربِ الٰہی کے اگر اَور ذرائع بھی ہوں تو معلوم ہو جاویں۔''

(حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ 318-320)

روزے رمضان میں کیوں رکھے جاتے ہیں۔ حضورؓ فرماتے ہیں:

'' مجھ پر اعتراض کیا گیا کہ روزہ کیوں رکھا جاتا ہے اور پھر رمضان ہی میں کیوں رکھا جاتا ہے؟ مَیں نے اس کو اولاً یہی جواب دیا کہ تم بتاؤ تمہاری کسی کتاب نے منع کیا کہ روزہ نہ رکھو؟ اور پھر اس منع کے دلائل کیا دیے ہیں؟ مَیں تو بتاؤں گا کہ روزہ کیوں رکھنا چاہیے اور رمضان میں کیوں فرض کیا گیا۔ اُسے کچھ جواب نہ بن پڑا۔ مَیں نے اس مضبوط اور محکم اصل کو لے کر کہا کہ دیکھو! ہماری کتاب قرآنِ شریف روزہ کا حکم دیتی ہے تو اس کی وجہ بھی بتاتی ہے۔ کہ کیوں روزہ رکھنا چاہئے۔ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ۔ روزہ رکھنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم دکھوں سے بچ جاؤ گے اور سُکھ پاؤ گے۔ رمضان ہی میں کیوں رکھیں؟ اس کی وجہ بتائی شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡاٰنُ (البقرۃ:186) چونکہ اِس میں قرآن نازل ہوا یہ برکاتِ الٰہیہ کے نزول کا موجب ہے۔ اس لئے وہ اصل غرض جو لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ میں ہے، حاصل ہوتی ہے۔ اِسی طرح پر جس اَمر کو لو یا جس نہی کو لو قرآن نے اُس کے اسباب اور نتائج کو واضح طور پر بیان کیا ہے اور نہ صرف بیان کیا ہے بلکہ اُن کے نتائج سے بہرہ مند کر کے دنیا کو دکھا دیا ہے۔ آخرت کے وعدے تو آخرت میں پورے ہوں گے اور ضرور ہوں گے مگر اِس دنیا میں اُن سے حصّہ دیا اور ایسا حصّہ دیا کہ اربعہ متناسبہ کے قاعدہ کے موافق وہ آخرت پر بطور دلائل اور حُجج کے ٹھہرے۔ جن کو دیکھ کر اب کوئی آخرت کا انکار نہیں کر سکتا۔ صحابہؓ ہی تک وہ فیض اور فضل محدود اور مخصوص نہ تھا۔ اب بھی اگر کوئی قرآنِ شریف پر عمل کرنے والا اخلوص سے اللہ تعالیٰ کی طرف آوے۔ وہ اُن انعامات اور فضلوں سے حصہ لیتا ہے اور ضرور لیتا ہے۔ اس وقت بھی لیتا ہے۔ دیکھو! ہمارا امام ان وعدوں اور فضلوں کا کیسا سچّا نمونہ اور گواہ موجود ہے!''

(حقائق الفرقان جلد 4 صفحہ 103)

روزہ کی غرض متقی بنناہے۔ فرمایا:

''غرض روزہ جو رکھا جاتا ہے تو اس لئے کہ انسان متقی بننا سیکھے۔ ہمارے امام فرمایا کرتے ہیں کہ بڑا ہی بدقسمت ہے وہ انسان جس نے رمضان تو پایا مگر اپنے اندر کوئی تغیر نہ پایا۔ پانچ سات روزے باقی رہ گئے ہیں۔ ان میں بہت کوشش کرو اور بڑی دعائیں مانگو۔ بہت توجہ الی اللہ کرو اور استغفار اور لاحول کثرت سے پڑھو۔ قرآن مجید سن لو، سمجھ لو، سمجھا لو۔ جتنا ہو سکے صدقہ اور خیرات دے لو اور اپنے بچوں کو بھی تحریک کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمہیں توفیق دے۔ آمین''

(خطبات نور صفحہ 265)

روزہ سے قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے۔

روزہ جیسے تقویٰ سیکھنے کا ایک ذریعہ ہے ویسے ہی قربِ الٰہی حاصل کرنے کا بھی ذریعہ ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ماہِ رمضان کا ذکر فرماتے ہوئے ساتھ ہی یہ بھی بیان کیا ہے: وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ۔ اُجِیۡبُ دَعۡوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلۡیَسۡتَجِیۡبُوۡا لِیۡ وَ لۡیُؤۡمِنُوۡا بِیۡ لَعَلَّهُمۡ یَرۡشُدُوۡنَ (البقرہ:187)۔

یہ ماہِ رمضان کی ہی شان میں فرمایا گیا ہے اور اس سے اس ماہ کی عظمت اور سرِ الٰہی کا پتہ لگتا ہے کہ اگر وہ اس ماہ میں دعائیں مانگیں تو میں قبول کروں گا۔ لیکن ان کو چاہئے کہ میری باتوں کو قبول کریں اور مجھے مانیں۔ انسان جس قدر خدا کی باتیں ماننے میں قوی ہوتا ہے خدا بھی ویسے ہی اس کی باتیں مانتا ہے۔ لَعَلَّهُمۡ یَرۡشُدُوۡنَ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ماہ کو رشد سے بھی خاص تعلق ہے اور اس کا ذریعہ خدا پر ایمان، اس کے احکام کی اتباع اور دعا کو قرار دیا ہے۔ اور بھی باتیں ہیں جن سے قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ (خطبات نور صفحہ 146-147)

روزے اور غیبت

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ سورۃ الحجرات آیت 13 کی تشریح میں فرماتے ہیں

”غرض خوب یادرکھو! سوءِ ظن سے تجسّس اور تجسّس سے غیبت کی عادت شروع ہوتی ہے اور چونکہ آج کل ماہ رمضان ہے اور تم لوگوں میں سے بہتوں کے روزے ہوں گے اِس لیے یہ بات مَیں نے روزہ پر بیان کی ہے۔ اگر ایک شخص روزہ بھی رکھتا ہے اور غیبت بھی کرتا ہے اور تجسّس اور نکتہ چینیوں میں مشغول رہتا ہے تو وہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھاتا ہے۔ جیسے فرمایا اَیُحِبُّ اَحَدُکُمۡ اَنۡ یَّاۡکُلَ لَحۡمَ اَخِیۡہِ مَیۡتًا فَکَرِہۡتُمُوۡہُ۔ اب جو غیبت کرتا ہے وہ روزہ کیا رکھتا ہے۔ وہ تو گوشت کے کباب کھاتا ہے اور کباب بھی اپنے مُردہ بھائی کے گوشت کے اور یہ بالکل سچّی بات ہے کہ غیبت کرنے والا حقیقت میں ہی ایسا بد آدمی ہوتا ہے جو اپنے مُردہ بھائی کے کباب کھاتا ہے۔ مگر یہ کباب ہر ایک آدمی نہیں دیکھ سکتا۔ ایک صوفی نے کشفی طور پر دیکھا کہ ایک شخص نے کسی کی غیبت کی۔ تب اُس سے قے کرائی گئی تو اُس کے اندر سے بوٹیاں نکلیں جن سے بُو بھی آتی تھی۔

یادرکھو! یہ کہانیاں نہیں۔ یہ واقعات ہیں۔ جو لوگ بدظنّیاں کرتے ہیں جب تک اپنی نسبت بدظنّیاں نہیں سن لیتے۔ نہیں مرتے! اِس لئے مَیں تمہیں نصیحت کرتا ہوں اور دردِ دل سے کہتا ہوں کہ غیبتوں کو چھوڑ دو۔ بُغض اور کینہ سے اجتناب اور بکلّی پرہیز کرو اور بالکل الگ تھلگ رہو۔ اِس سے بڑا فائدہ ہوگا۔“

(حقائق الفرقان جلد 4 صفحہ 6-7)

لیلۃ القدر کے حوالے سے فرمایا:

” لَیۡل۔ ظلمت اور قدر والی کے سکون کے ساتھ بمعنے مرتبہ۔ یہ دونوں صفتیں ایک جگہ اکٹھی کی گئی ہیں۔ لیلۃُ القدر - ایک خاص رات رمضان شریف کے آخر دھاکا میں ہے۔ جس کا ذکر سورۃ الفجر میں وَالَّیۡلِ اِذَا یَسۡرِ (فجر:5) میں بھی کیا گیا ہے اور ایک جگہ فرمایا شَھۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡہِ الۡقُرۡاٰنُ (بقرہ:186) اور دوسری جگہ بیان فرمایا اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃِ الۡقَدۡرِ (القدر:2) اِن دونوں آیتوں کے ملانے سے بھی معلوم ہوا کہ لیلۃُ القدر رمضان شریف میں ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اور بھی زیادہ تشریح کر کے یہ پتہ دیا ہے کہ لیلۃ القدر رمضان شریف کے آخیر دھاکا کی طاق راتوں میں ہوا کرتی ہے۔

کسی سال اکیسویں شب کو۔ کسی سال 23 یا 25 یا 27 یا 29 ویں شب کو۔ اِس شب کے فضائل صحیح حدیثوں میں بے حد بیان فرمائے ہیں۔ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ کا مرجع جس طرح قرآن شریف سمجھا گیا ہے۔ اِسی طرح اس سے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات مبارک بھی مراد ہے۔ اسی لئے اَنۡزَلۡنٰہُ فرمایا کہ قرآن اور منزل علیہ القرآن دونوں ہی مرجع ٹھہریں۔ ورنہ اَنۡزَلۡنٰہُ ھٰذَا الۡقُرۡاٰنَ فرمانا کوئی بعید بات نہ تھی۔ لَیل وہ ظلمت کا زمانہ ہے جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت سے پہلے کا زمانہ تھا۔ جس کو عام طور پر ایامِ جاہلیت کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور قَدۡر دَال کی سکون کے ساتھ وہ قابل قدر زمانہ ہے۔ جس زمانہ سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت شروع ہوئی اور اُس کی مدّت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیّبہ میں سے 23 سال کی مدّت تھی جس میں ابتداء الیٰ آخر سارے قرآن شریف کا نزول ہوا۔ ایک طرف ظلمت کے ایام ختم ہوئے اور دوسری طرف قابل قدر زمانہ شروع ہوا۔ اس لئے یہ متضاد صفت لیل اور قدر یہاں آکر اکٹھے ہوگئے۔ شب قدر اور لیلۃ القدر دَال کی حرکت کے ساتھ صحیح نہیں ہے۔ قرآن شریف میں بھی **شہر اور فجر** کی طرح قَدۡر کی دَال متحرک نہیں ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو اُس وقت اُن کی بعثت کی بڑی ضرورت تھی۔ لوگ نہ اسماءِ الٰہیہ کو جانتے تھے نہ صفاتِ الٰہیہ کو۔ نہ افعال سے آگاہ تھے، نہ جزاء و سزا کے مسئلہ کو مانتے تھے۔ انسان کی بد بختی اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے کہ اپنے مالک، اپنے خالق کے نہ اسماء کو جانے، نہ صفات کو۔ غرض لوگ اس کی رضامندی سے آگاہ تھے، نہ اسکے غضب سے۔ ایسا ہی انسانی حقوق سے بے خبر سب سے بڑا مسئلہ جو انسان کو نیکیوں کی طرف توجہ دلاتا ہے وہ جزا و سزا کا مسئلہ ہے۔ اگر شریف الطبع انسان کو یہ معلوم ہو کہ اِس کام کے کرنے سے میری ہتک ہوگی یا مجھے نقصان پہنچے گا تو وہ کبھی اُس کے قریب نہیں پھٹکتا۔ بلکہ ہر فعل میں نگرانی کرتا ہے۔ مختلف طبائع کے لوگ اپنے مالک کے اسماء، صفات کے علم اور جزاء و سزا کے مسئلہ پر یقین کرنے سے نیکیوں کی طرف توجہ کرتے اور بد افعالیوں سے رُکتے ہیں چنانچہ ملک عرب میں شراب کثرت سے پی جاتی اور اَلۡخَمۡرُ جِمَاعُ الۡاِثۡمِ صحیح بات ہے۔ پھر فرایا اَلنِّسَاءُ حَبَائِلُ الشَّیۡطَانِ - سوم - ملک میں کوئی قانون نہیں تھا۔ ایسا اندھیر پڑا ہوا تھا۔ جن سعادت مندوں نے نبی کریمؐ کے ارشاد پر عمل کیا وہ پہلے بے خانماں تھے۔ پھر بادشاہ ہوگئے۔ خشن پوش تھے حریر پوش بن گئے۔ نہ مفتوح تھے نہ فاتح۔ مگر اُس اطاعت کی بدولت دنیا میں فاتح قوموں کے امام خلفاء راشدین اور اعلیٰ مرتبت سلاطین کہلائے۔

یہ سب اُس کتاب کی برکت تھی جسے اللہ نے ایسی اندھیری رات میں جسے لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اپنے بندے پر نازل کیا۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے ایسے ہی حالات میں ہم میں ایک مجدّد کو بھیجا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شرک کا زور تھا۔ سواس کی تدبیر میں آپ نے پوری کوشش کی۔ قرآن مجید کا کوئی رکوع شرک کی تردید سے خالی نہیں۔ اِس زمانہ کے لوگوں میں یہ مرض عام ہے کہ دنیا پرستی غالب ہے۔ دین کی پرواہ نہیں۔ اِس لئے آپ نے بیعت میں یہ عہد لینا شروع کیا کہ مَیں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا۔ کیونکہ دنیا پرستی کا یہ حال ہے جیسے کہ چوہڑے کا چُھرا حلال و حرام جانور دونوں پر یکساں چلتا ہے۔ اِسی طرح لوگوں کی فکر اور عقل حرام حلال کمائی کے حصول پر ہر وقت لگی رہتی ہے۔ فریب سے ملے۔ دغا سے ملے۔ چوری سے ملے۔ سینہ زوری سے ملے۔ کسی طرح روپیہ ملے سہی۔ ملازم ایک دوسرے سے تنخواہ کا سوال نہیں کرتے۔ بلکہ پوچھتے ہیں بالائی آمدنی کیا ہے۔ گویا اصل تنخواہ آمد میں داخل نہیں۔"

(حقائق الفرقان جلد4 صفحہ 427-428)

لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَہۡرٍ کے تحت حضورؓ نے فرمایا۔

لیلۃُ القدر کے اگر صرف اِسی قدر معنے ہوتے کہ رمضان شریف کے آخری دھاکہ میں طاق راتوں میں سے ایک رات لیلۃُ القدر ہے، وبس۔ اس کے علاوہ اور کوئی مطلب نہیں۔ تو اِس صورت میں بارہ مہینے ہی بجائے ہزار مہینے کے کافی تھے۔ کیونکہ دوسرے رمضان شریف میں تو لیلۃُ القدر پھر دوبارہ بالیقین موجود ہے۔ پھر اس سے آگے اور آئندہ رمضان شریف فَہَلُمَّ جَرًّا۔

ہمارا یہ عقیدہ نہیں کہ کسی سال تو رمضان شریف میں لیلۃُ القدر ہوتی ہے اور کسی سال نہیں ہوتی بلکہ بالیقین رمضان شریف میں ہر سال کسی نہ کسی طاق رات میں لیلۃُ القدر ضرور ہوتی ہے۔ خواہ ستائیسویں کو ہو یا اکیسویں کو مگر پہلی آیت میں اس قرآن شریف کے جیسا کہ بیان ہوا ہے۔ اَنۡزَلۡنٰہُ کا مرجع منزّل علیہ القرآن بھی ہے اور ایک اَور مقام میں بھی اللہ تعالیٰ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن شریف دونوں کو ایک ساتھ نازل شدہ فرمایا ہے جیسا کہ فرمایا۔ قَدۡ اَنۡزَلَ اللّٰہُ اِلَیۡکُمۡ ذِکۡرًا رَّسُوۡلًا یَّتۡلُوۡا عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِ اللّٰہِ (الطلاق:1) اس جگہ ذِکۡرًا کا بدل رَسُوۡلًا واقع ہوا ہے۔ یعنی ذکر بھی نازل ہوا اور رسول بھی نازل ہوا۔ قرآن شریف رَسُوۡلٌ یَّتۡلُوۡا نہیں ہے۔ رَسُوۡلًا ہے۔ غرض پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور اور آپ کی بعثت کے انوار پوری آب و تاب کے ساتھ قرونِ ثلاثہ مشہود لھا بالخیر تک تھے۔ ہزار مہینے گزرنے تک دنیا نے ظلماتی حالت پھر اختیار کرلی اور پھر وعدہ الٰہی لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَہۡرٍ کا پورا ہوا فَہَلُمَّ جرًا - اسی طرح سے ہزار مہینے کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے اس قرآنی وعدہ کے موجب رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کی تجدید کیلئے ہر صدی پر جو قریباً ہزار مہینے کے بعد آتی ہے مجددین کو نازل فرماتا رہا - اِنَّ اللّٰہَ یَبۡعَثُ لِھٰذَا الۡاُمَّۃِ عَلٰی رَأۡسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنۡ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیۡنَھَا - حدیث نبوی اور آیت قرآنی دونوں متفق ہوگئے۔ قرآن شریف میں پیغمبروں کی نسبت جبکہ مِنۡھُمۡ مَّنۡ قَصَصۡنَا عَلَیۡکَ وَمِنۡھُمۡ مَنۡ لَّمۡ نَقۡصُصۡ عَلَیۡکَ (المومن:79) تو مجدّدین کی تفتیش کہ کون کون تھے۔ یہ عبث ہے۔ لوگ جن جن کو مجدّد قرار دیں گے ہم ان کو مان لیں گے مگر دیکھنا تو یہ ضروری ہے کہ ہماری اس صدی چہاردہم میں یہ وعدہ قرآن شریف کا اور حدیث شریف کا وقوع میں آیا بھی یا نہیں۔ اگر اَور صدیوں میں وقوع میں آتا رہا اور اِس صدی میں وقوع میں نہیں آیا تو ہمارے جیسا بدبخت اَور کوئی نہیں کہ ظلمت میں چھوڑ دیا گیا۔"

(حقائق الفرقان جلد4 صفحہ 429-430)

حضرت مسیح موعودؑ کے وقت کو لیلۃُ القدر قرار دیتے ہوئے حضورؓ فرماتے ہیں۔

"جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک جمعہ کے ترک سے بڑا حصّہ دل کا سیاہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح پر یہ بھی مسلّم بات ہے کہ خدا کی وحی کے انکار سے سلب ایمان ہو جاتا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ کے مامور و مُرسل مسیح موعود کے انکار سے سلبِ ایمان ہونا یقینی ٹھہرا اور پھر جمعہ میں ایک وقت ایسا ہے جو قبولیتِ دعا کا ہے۔ اسی طرح پر جب خدا تعالیٰ کا کوئی برگزیدہ بندہ اصلاح خلق کیلئے آتا ہے تو وہ لیلۃُ القدر کا وقت ہوتا ہے۔ جس کی بابت قرآن شریف میں آچکا ہے خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَہۡرٍ ہوتی ہے۔ اِن سارے امور کو اکٹھا کرو اور پھر سوچو اور دیکھو کہ کیا اب یہ وہ وقت نہیں ہے؟ مَیں ایمان سے کہتا ہوں اور پھر اِس پر پورا یقین رکھتا ہوں کہ یہ وہی وقت ہے! دجّال بھی موجود ہے! اور مسیح موعود بھی ہے!!"

(حقائق الفرقان جلد4 صفحہ 125)

اسلامی اصطلاحات بشمول صَوم کے لغوی معانی۔ فرمایا:

”اَللّٰہُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ مَثَلُ نُوۡرِہٖ کَمِشۡکٰوۃٍ فِیۡہَا مِصۡبَاحٌ (النور:36) اللہ تعالیٰ آسمانوں زمینوں کا نور ہے۔ اور اُس کا نور ایسا ہے جیسے چمنی میں چراغ اور وہ رکھا ہے طاق میں اور روشن ستارہ کی طرح چمکتا ہے... تمام قرآن شریف ایسی مثالوں سے بھرا ہوا ہے۔ بلکہ غور کرو تو آپ کو معلوم ہو گا صلوٰۃ، صوم، زکوٰۃ، حج، اسلام، ایمان، فسق، نفاق تمام الفاظ مجاز ہیں کیونکہ عام مولوی صلوٰۃ کے معنے تحریک صلوین، چوتڑ ہلانا کرتے ہیں اور لغت میں لکڑی کو سیدھا کرنے کے لیے گرم کر کے سیدھا کرنا، اس کے معنے ہیں۔

صَوم کے معنے کسی چیز سے رکنا، زکوٰۃ کے معنے بڑھنا اور حج کے معنے ہیں قصد کرنا۔ اب بتاؤ! کیا یہاں حقیقی معنے اگر لئے جاویں تو شرع شریف اجازت دے گی؟ ہرگز نہیں۔ کیا چوتڑ ہلا دیئے اور نماز ہوگئی؟ یا لکڑی کو سیدھا کر دیا تو نماز ہو گئی؟ یا ہم کسی چیز سے رک گئے تو صائم ہو گئے؟ علیٰ ہذا القیاس۔ اسی واسطے علماء میں اختلاف ہوا ہے بعض کہتے ہیں قرآن میں حقیقی لغوی معنے ہیں ہی نہیں اور بعض نے کہا قرآن میں مجاز نہیں اور بعض نے کہا ہے کہ حقیقت و مجاز دونوں قرآن میں ہیں۔ غرض یہ بحث بہت طویل ہے۔ غور کرو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ (البقرۃ:1) اور اس کے معنے ہیں فلاح پانے والا۔ کیا یہاں لغوی معنی مراد ہیں۔“

(ارشاداتِ نُور جلد اوّل صفحہ 119)

ماہِ رمضان کی شب اور دن کو کیا کرے؟۔ فرمایا

1۔ بار بار تہجد پڑھے تاکہ بار بار عرض کا موقع ملے۔2۔ ایسے اضطراب سے کہ گویا آخری فیصلہ ہے۔3۔ پورے اُبال اور جوش سے۔4۔ خلوت میں گریہ، خشیت، غذا، غذا میں تغیّر کرو کہ آسمان سے آپ کے لیے برکات کا نزول ہو میرے نزدیک اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِہِمۡ (الرعد:12) دلیل ہے۔ بڑا بدنصیب ہے جس نے رمضان پایا اور تغیّر نہ پایا۔

رمضان کے دن میں سبّ و شتم، غیبت، لغو، بد نظری اور کثرت کام سے بچے وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ پر رہے۔ منزل قرآن اور مجاہدہ اور قرآن پڑھتے وقت ہر ایک آیت کو اپنے اوپر چسپاں کر کے دیکھے، جو ئندہ یابندہ، دعا، توبہ نصوح کرے۔“

(ارشادتِ نُور جلد اوّل صفحہ 343)

روزے کا حکم

فرمایا:

”روزہ کا حکم قرآن کریم میں صاف صاف موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الصِّیَامُ (البقرۃ:184) فرض کیا گیا ہے تم پر روزہ۔“

(ارشادتِ نور جلد دوم صفحہ 262)

رمضان کی غرض

فرمایا:

”رمضان شریف تو اس واسطے ہوتا ہے کہ لوگ بھوک پیاس کی برداشت کریں اور صابر بننے کی مشق کریں۔ مگر ہمارے مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ رمضان میں اُلٹے اُن کے خرچ پہلے سے دگنے چوگنے بڑھ جاتے ہیں۔“

(ارشاداتِ نور جلد دوم صفحہ 457)

عیدین میں تعظیم لامر اللہ اور شفقت علیٰ خلق اللہ

مثلاً عید کا میلہ ہے۔ آپ نے اس میں اول تو تکبیر کو لازم ٹھہرایا اور خدا کی تعظیم کے اظہار کے لئے وہ لفظ مقرر کیا جس سے بڑھ کر کوئی لفظ نہیں۔ صفات میں اَکۡبَرُ سے بڑھ کر کوئی لفظ نہیں اور جامع جمیع صفاتِ کاملہ ہونے کے لحاظ سے اللہ سے بڑھ کر اس مفہوم کو کوئی ظاہر نہیں کر سکتا۔ مخلوق پر شفقت کرنے کے لئے رمضان کی عید میں صدقۃ الفطر کو لازم ٹھہرایا۔ یہاں تک کہ نماز میں جب جاوے تو اس کو ادا کر لے اور پھر یہ صدقہ خاص جگہ جمع کرے تاکہ مساکین کو یقین ہو جائے کہ ہمارے حقوق کی حفاظت کی جائے گی۔

پھر یہ عید ہے۔ اس میں مساکین وغیرہ کے لئے سَیِّدُ الطَّعَامِ لَحْمٌ (ابن ماجہ۔کتاب الاطعمہ) یعنی گوشت کی مہمانی کی ہے۔ پس کیا ہی مستحق ہے صلوٰۃ وسلام کا وہ رسول جس نے ہمیں ایسی عمدہ راہ دکھائی۔ یہ چیزیں صرف اسی بات کے لئے تھیں کہ اللہ کی نسبت فرائض جو انسان کے ہیں اور جو فرائض مخلوق کی نسبت ہیں ان کو پورا کریں۔ مگر دنیا کے کسی میلے کو دیکھ لو ان میں یہ حق وحکمت کی باتیں نہیں جو عیدین میں ہیں۔

(خطبات نور صفحہ 430)

عیدالفطر

"یہ ایک موقع ہے مسلمانوں کے اجتماع کا... جب کہ لوگ رمضان شریف کے روزوں سے فارغ ہو کر ان انوار اور برکات سے متمتع ہو جاتے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ نے اس مبارک ماہ میں رکھے ہیں۔ اس کا نام عید الفطر ہے۔ اس میں خوشی کا موقع یہ ہے کہ اس ماہ میں تقویٰ کے مراتب طے کرنے کا اور قربِ الٰہی کے حاصل کرنے کا، پھر سحری کے وقت بذریعہ نوافل اور دعاؤں کے خدا کے فضل کو طلب کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اس لئے اس خوشی میں لوگ صدقہ فطر کے ذریعہ غریب لوگوں کو خوش کیا کرتے ہیں۔"

(خطبات نور صفحہ 181۔182)

اللہ کرے ہم رمضان کی برکتوں سے اپنی جھولیاں بھرنے والے ہوں۔ آمین

(کمپوزڈ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)